جامعہ حقانیہ کا ترجمان

# مجلّہ الحقانیہ

ساہیوال
سرگودھا

صفر المظفر ۱۴۳۵ھ / جنوری ۲۰۱۴ء




بانی: فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی قدس سرہٗ

# فہرست




خط و کتابت کیلئے: دفتر ماہنامہ الحقانیہ جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا

web-www.alhaqqania.org

E-mail-alhaqqania@yahoo.com

048-6786002/6786899

پبلشر: مفتی سید عبدالقدوس ترمذی پرنٹر: جناب محمد منیر صاحب فائٹر پرنٹنگ پریس سرگودھا

کمپوزر: جناب حافظ سید عبدالغفور صاحب ترمذی

نوٹ: رسالہ کے متعلق معلومات کے لیے رابطہ نمبر: 0301-4843429

رسالہ نہ ملنے کی صورت میں رابطہ نمبر: 0301-0331-6769897

کلمۃ الحق مفتی سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہم

# سانحہ راولپنڈی ایک الم ناک حادثہ

دس محرم الحرام ۱۴۳۵ھ بروز جمعۃ المبارک بمطابق ۱۵؍نومبر ۲۰۱۳ء کو ملک بھر میں اہل تشیع کے ماتمی جلوس مختلف سڑکوں، گلیوں، بازاروں سے نکالے گئے۔ اہل تشیع عزاداری کے نام سے یہ جلوس محرم الحرام کے مہینہ میں ہر سال نکالتے ہیں اور ان کے نزدیک یہ ماتمی جلوس ان کی مذہبی روایات کا حصہ ہیں، ان میں اکثر جلوسوں کے روٹس مقرر ہیں اور حکومت نے باقاعدہ ان کے لائسنس جاری کیے ہوئے ہیں ان کے علاوہ کچھ جلوس روایتی بھی ہیں جن کا باقاعدہ لائسنس نہیں ہے۔

عزاداری کے ان جلوسوں کی وجہ سے حکومت اور باشندگان پاکستان کے لیے ہر سال امن وامان کا مسئلہ پیدا ہوتا ہے، حکومت عزاداری کے ان پروگراموں کو ہر طرح کا تحفظ دیتی ہے۔ حکومت وقت اور مقامی وعلاقائی انتظامیہ کی یہی کوشش ہوتی ہے کہ اہل تشیع کے یہ ماتمی وعزاداری کے جلوس امن وامان سے گزر جائیں اور ملک میں امن وامان کے حوالہ سے کوئی مسئلہ پیدا نہ ہو۔ اس سلسلہ میں انہیں تمام مکاتب فکر کے عوام وخواص اور علماء کرام کا بھرپور تعاون بھی درکار ہوتا ہے، مجموعی طور پر اگرچہ حکومت امن قائم رکھنے میں کامیاب رہتی ہے لیکن اکادکا واقعہ کہیں کہیں پھر بھی پیش آجاتا ہے۔

اس سال بھی محرم الحرام میں عزاداری کے جلوس ملک بھر میں نکالے گئے، مجموعی طور پر امن وامان کی خبریں آتی رہیں لیکن راجہ بازار، راولپنڈی میں جامعہ تعلیم القرآن سے گزرنے والے عزاداری کے ماتمی جلوس نے جو قیامت بپا کی اس نے وہاں امن وامان کو تباہ کر کے رکھ دیا، ملک بھر کے مسلمانوں کو اس حادثہ فاجعہ سے جو افسوس ہوا وہ

نا قابل بیان ہے۔

اس الم ناک حادثہ میں ہونے والے جان و مال کے نقصان کی تفصیلات قومی اخبارات میں آچکی ہیں ،تمام تر صورت حال کو سامنے رکھ کے دیانت داری سے حالات کے جائزہ کے بعد یہی بات سامنے آتی ہے کہ یہ ایک منظّم سازش تھی جس کا مقصد ملک میں شیعہ سنی فساد کے عنوان سے فرقہ واریت کو ہوا دینا اور ملک میں بدامنی پھیلا کر اسے تباہ و برباد کرنا تھا جس کے لیے باقاعدہ طور پر تخریب کار عناصر کو تیار کیا گیا،جنہوں نے عزاداری کے جلوس کی آڑ میں یہ سب فساد اور کشت و خون کیا۔اس موقع پر مسلمانوں کی طرف سے اس دردناک سانحہ کے خلاف احتجاج ایک فطری عمل تھا چنانچہ ملک بھر میں احتجاج ہوا۔

وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی کال پر تمام دینی جماعتوں نے احتجاج کیا۔ تحصیل ساہی وال میں بھی وفاق المدارس، جماعت اہل سنت وغیرہ نے اجتماعی ریلی نکالی، لاہوری دروازہ پر ایک بڑا جلسہ بھی ہوا جس میں اس واقعہ کی شدید مذمت کی گئی اور حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ اس واقعہ میں ملوث افراد کو قرار واقعی سزا دے اس اجتماع میں پیش کی جانے والی قرارداد مذمت کا متن یہ تھا:

''۱۰ رمحرم الحرام ۱۴۳۵ھ کوراجہ بازار تعلیم القرآن راولپنڈی میں ہونے والے سنگین حادثہ میں دہشت گردوں نے نمازیوں اور علماء کرام اور طلبہ پر قاتلانہ حملہ کر کے انہیں اپنے تشدد کا نشانہ بنایا،کئی مسلمانوں کو نہایت بے دردی سے شہید کیا،مسجد اور مدرسہ کے ساتھ مارکیٹ کو بھی نذر آتش کر دیا گیا، جانی مالی نا قابل تلافی نقصان کے علاوہ دینی کتب احادیث مبارکہ اور قرآن کریم کو جلا دیا گیا۔

نہتے نمازیوں اور مسلمانوں پر اس طرح حملہ کرنے والے یقیناً بے دین ،

دہشت گرد اور مسلمانوں کے دشمن ہیں۔ہم اس سنگین دلدوز حادثہ پر گہرے رنج وغم کا اظہار کرتے ہوئے اس سانحہ کی شدید مذمت کرتے ہیں اور اس پر سراپا احتجاج ہیں۔ہم حکومت پاکستان سے مطالبہ کرتے ہیں کہ اس حادثہ میں ملوث دہشت گردوں کو جلد گرفتار کر کے انہیں قرار واقعی سزا دے اور اس میں ہونے والے جانی مالی نقصان کی تلافی کرے''۔

آخر میں اس اجتماع سے احقر نے احتجاجی بیان کیا، مقامی جماعت اتحاد اہل سنت کے مرکزی امیر سید امیر حسین شاہ گیلانی صاحب کی دعا پر یہ اجتماع پرامن طور پر منتشر ہوا۔

سانحہ راولپنڈی سے متعلق جو سوالات ذہنوں میں ابھرتے ہیں انہیں ''سانحہ راولپنڈی .... چند سوالات'' کے عنوان سے ہمارے مخدوم بزرگ حضرت مولانا فضل الرحیم اشرفی مدظلہم نائب رئیس جامعہ اشرفیہ لاہور نے بڑے جامع انداز میں بیان کر دیا ہے، ہم انہیں کے الفاظ میں وہ سوالات ذیل میں پیش کررہے ہیں۔امید ہے کہ ان سوالات کی روشنی میں اس حادثہ سے متعلق اصل حقائق کے سمجھنے میں ضرور مدد ملے گی:

''سانحہ راولپنڈی نے ایک بار پھر ثابت کر دیا کہ یہ ملک سامراجی قوتوں کے نشانے پر ہے اور یہ قوتیں کبھی بھی اس ملک کو پھلتا پھولتا اور ترقی کرتا ہوا نہیں دیکھ سکتیں۔ہمارے اکابر نے تو اس دن سے کہنا شروع کر دیا تھا جب امریکا نے افغانستان پر اپنے قدم جمانے کا فیصلہ کیا تھا کہ امریکا کا اصل ہدف افغانستان نہیں بلکہ پاکستان ہے۔افسوس ہمارے مغرب پرست حکمرانوں کو یہ بات سمجھ میں نہیں آئی اور آج اس کا خمیازہ پوری قوم بھگت رہی ہے،اس بار امید تھی کہ محرم آرام وسکون سے گزر جائے گا مگر اے بسا آرزو کہ خاک شدہ۔ہمارے بہت سارے احباب کالم نگار، تجزیہ نگار اور اینکر پرسن اس سانحے کے مختلف پہلوؤں پر بات

کر چکے ہیں مگر ہم یہاں صرف چند سوال اٹھائیں گے اور ان سوالات کی روشنی میں اس سانحے کے اصل حقائق اور وجوہ جاننے کی کوشش کریں گے۔

سب سے پہلا سوال یہ ہے کہ جب انتظامیہ کو یہ معلوم تھا کہ اس بار دس محرم جمعے کے دن آرہی ہے تو انتظامیہ نے متاثرہ مدرسے دارالعلوم تعلیم القرآن کے لیے سیکورٹی کا انتظام کیوں نہیں کیا؟ انتظامیہ کو معلوم تھا کہ ایک طرف نمازی جمعے کے لیے آئے ہوں گے اور دوسری طرف جلوس نکل رہا ہوگا تو تصادم کا واضح خطرہ تھا مگر اس کے باوجود انتظامیہ نے نہ جلوس کا روٹ تبدیل کیا، نہ جلوس کی آمد کی ٹائمنگ میں تاخیر کی اور نہ ہی متاثرہ مدرسے کے باہر مناسب سیکورٹی کا انتظام کیا تو اس صورتحال میں کہ جب آپ شر پسند عناصر کو کھلی چھوٹ دے رہے ہیں تو اس طرح کے سانحے کا پیش آنا کوئی بعید از قیاس نہیں تھا۔

دوسرا سوال یہ اٹھتا ہے کہ جب گزشتہ دس بیس سالوں سے یہ جلوس دارالعلوم تعلیم القرآن کے سامنے ہمیشہ تین بجے یا اس کے بعد پہنچتا تھا تو اس بار یہ جلوس ڈیڑھ بجے کیوں پہنچا؟ کیا اس لیے کہ یہ ایک سوچی سمجھی سازش تھی کہ ڈیڑھ بجے نمازی حضرات بھی نماز جمعہ کے لیے آرہے ہوں گے اور ادھر سے جلوس کو بھی مدرسے کے سامنے پہنچا دیا جائے گا تا کہ شر پسند عناصر اپنی مرضی کا کھیل کھیل سکیں۔ کیا یہ صورتحال سب واضح نہیں کر رہی کہ یہ سب کچھ پہلے سے طے تھا اور یہ سارا ڈرامہ ایک منظّم سازش کی صورت میں رچایا گیا۔

تیسرا سوال یہ اٹھتا ہے کہ اہل تشیع کے جلوسوں کے جو روٹس متعین ہیں وہ انگریز دور کے چلے آرہے ہیں اور انگریز نے ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت ان جلوسوں کے ایسے روٹس متعین کیے تھے جن پر تصادم کا واضح خطرہ تھا اور یہ انگریز کی

ایک کھلی سازش تھی تاکہ اہل سنت اور اہل تشیع کو باہم دست وگریبان کیا جائے مگر سوال یہ ہے کہ ہماری انتظامیہ اتنی نااہل، بے حس، لاپروا اور غافل ہے کہ اسے آج تک یہ عقل ہی نہیں آئی کہ جن روٹس کو انگریز نے متعین کیا تھا انہیں تبدیل ہی کردیتی یا کم ازکم ان روٹس کی نگرانی کے لیے پولیس اہلکار یا cctv کیمرے نصب کردیتی، ہماری انتظامیہ میں کوئی ایسا صاحب عقل وشعور نہیں تھا جو اس سازش کو سمجھ سکتا اور ان جلوسوں کے روٹس تبدیل کرکے ایسے واقعات کی شدت کم کرسکتا۔

چوتھا سوال یہ ہے کہ جب بار ہا ایسے واقعات سامنے آچکے ہیں اور سینکڑوں جانیں ایسے خونیں واقعات کی نذر ہوچکی ہیں تو حکومت اس مسئلے کو جڑ سے ختم کیوں نہیں کرتی؟ علماء کی طرف سے بار بار یہ تجویز پیش کی جاچکی ہے کہ ایسے واقعات کا سدباب صرف اور صرف یہ ہے کہ ہر مسلک وفرقے کی عبادت کو اس کی عبادت گاہ کے اندر تک محدود کردیا جائے تاکہ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری لیکن افسوس علماء کی اس سنجیدہ پیشکش کو خوشدلی سے قبول نہیں کیا گیا جس کا نتیجہ سانحہ راولپنڈی کی صورت میں ہمارے سامنے ہے۔ اگر حکومت علماء کی ان سنجیدہ کاوشوں کو قبول کرلیتی تو آج پوری قوم اس صدمے سے دوچار نہ ہوتی۔

پانچواں سوال یہ اٹھتا ہے کہ کیا حضرت حسین رضی اللہ عنہ صرف ایک فرقے کے ہیں؟ کیا ان کی شہادت کا سارا کا سارا غم اسی ایک فرقے کو ہے اور کیا اہل سنت کو حضرت حسین کی شہادت کا کوئی غم نہیں۔ قطعاً ایسی بات نہیں بلکہ اہل سنت کو بھی شہادت حسین کا اتنا ہی غم ہے جتنا کسی اور کو ہے تو پھر کچھ لوگ دس محرم کو سڑکوں پر آکر کیوں واویلا مچاتے ہیں؟ جب حسین سب کا ہے تو ان کی شہادت کا غم بھی مشترک ہونا چاہیے اور ان کے غم کو منانے اور ان کی تعزیت کرنے کے لیے ہمیں اسلامی

حدود سے باہر نہیں جانا چاہیے اور یہی پیغام تھا شہادت حسین کا، لیکن شاید کچھ حضرات خود کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے غم کے ٹھیکدار سمجھتے ہیں اور ان کی شہادت کا ماتم کرنے کے لیے تمام اخلاقی اور اسلامی حدود کو پھلانگتے ہوئے زمانہ جاہلیت کی تصویر بن جاتے ہیں اور سب سے اہم سوال یہ ہے کہ جب کٹر اہل تشیع والے ممالک میں ایسا کچھ نہیں ہوتا نہ وہاں جلوس نکلتے ہیں نہ ماتم کیا جاتا ہے، نہ راستے بلاک کیے جاتے ہیں، نہ سڑکیں ویران کی جاتی ہیں، نہ پھاٹک بند کیے جاتے ہیں اور نہ نظام زندگی درہم برہم کیا جاتا ہے تو اس ملک میں ایسا کیوں کیا جاتا ہے۔ لوگوں کو گھروں میں محبوس کیوں کر دیا جاتا ہے، بازار بند کیوں کروائے جاتے ہیں اور عوام کو اپنے گھروں کے اندر قید کیوں کر دیا جاتا ہے۔

یہ سب ایسے سوال ہیں کہ اگر ان کے جوابات ڈھونڈنے کی کوشش کر لی جائے تو آئندہ ایسے واقعات کی روک تھام کی جاسکتی ہے اور آئندہ ایسے دردناک سانحات سے بچا جاسکتا ہے اور ایک اہم بات یہ کہ کچھ عرصے سے اس ملک میں ایک صلح پسند، پرامن اور خاموش اکثریت کے ساتھ تسلسل سے ظلم وزیادتیاں اور ناانصافیاں ہورہی ہیں مگر حکومتی سطح پر کوئی ایکشن لیا جاتا ہے اور نہ ہی اس ظلم کی روک تھام کے لیے کوئی منصوبہ بندی کی جاتی ہے، اس لیے یہ بات ذہن میں رہنی چاہیے کہ آج تک یہ خاموش اکثریت ملک وقوم کے مفاد میں خاموش رہی اور خاموشی سے اپنے اوپر ہونے والے مظالم کو دیکھتی سنتی اور برداشت کرتی رہی لیکن صبر کی بھی کوئی حد ہوتی ہے اور کسی وقت انسان کی برداشت جواب دے دیتی ہے اس لیے ہماری حکومت، انتظامیہ اور بیوروکریسی کو یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ جس دن یہ خاموش اکثریت سکوت کا روزہ توڑ کر میدان میں آگئی تو پھر کچھ نہیں بچے گا۔ اس لیے قبل اس کے کہ

پانی سر سے گزر جائے پانی کے بہاؤ کو ابھی روک لیا جائے ورنہ اگر ایک دفعہ پانی سر سے گزر گیا تو یہ سب کچھ بہا کر لے جائے گا اور پھر اپنے پرائے کی پہچان مشکل ہو جائے گی۔

حکومت کو چاہیے کہ اس سانحے میں ملوث افراد اور شر پسند عناصر کو گرفتار کر کے کڑی سزا دے تا کہ کسی شر پسند کو ایسی ہمت نہ ہو اور اگر حکومت نے اس بار بھی محض طفل تسلی سے کام لیا اور کوئی عملی قدم نہ اٹھایا تو خاکم بدہن اس ملک میں ایسی آگ لگے گی جس کو بحرالکاہل کا لامحدود پانی بھی بجھا نہیں پائے گا''۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس حادثہ میں شہید ہونے والوں کے درجات بلند فرماویں اور ان کے پسماندگان کو صبر واجر سے نوازیں جو حضرات اس میں زخمی ہوئے حق تعالیٰ انہیں جلد صحت دیں اور جن مسلمانوں کی املاک تباہ ہوئیں انہیں یہ نقصان برداشت کرنے کی توفیق دیں، ان کا مداوا فرمائیں جامعہ تعلیم القرآن ومسجد کے نقصان کی تلافی فرمائیں، آمین۔فقط

احقر عبدالقدوس ترمذی

۲۵ر محرم الحرام ۱۴۳۵ھ

حضرت مولانا منظور احمد نعمانی رحمہ اللہ تعالیٰ

# درس حدیث

عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يأتی الشيطان احدكم فيقول من خلق كذا؟من خلق كذا؟حتىٰ يقول من خلق ربك فاذابلغه فليستعذبالله ولينته۔(بخاری ومسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایاتم میں سے کسی کے پاس شیطان آتا ہے اور کہتا ہے کہ فلاں چیز کوکس نے پیدا کیا؟ فلاں چیز کوکس نے پیدا کیا؟(یہاں تک کہ یہی سوال وہ اللہ کے متعلق بھی دل میں ڈالتا ہے کہ جب ہر چیز کا کوئی پیدا کرنے والا ہےتو پھر)اللہ کا پیدا کرنے والا کون ہے؟ پس سوال کا سلسلہ جب یہاں تک پہنچےتو چاہیے کہ بندہ اللہ سے پناہ مانگے اور رک جائے۔

تشریح:

مطلب یہ ہے کہ اس قسم کے وسوسے اور سوالات شیطان کی طرف سے ہوتے ہیں اور جب شیطان کسی کے دل میں اللہ تعالیٰ کے متعلق یہ جاہلانہ اور احمقانہ سوال ڈالے تو اس کا سیدھا اور آسان علاج یہ ہے کہ بندہ شیطان کے شر سے اللہ کی پناہ مانگے اور خیال کو اس طرف سے پھیر لے یعنی اس مسئلہ کو قابل توجہ اور لائق غور ہی نہ سمجھے اور واقعہ بھی یہی ہے کہ اللہ جب اس ہستی کا نام ہے جس کا وجود اس کی ذاتی صفت اور جو تمام موجودات کو وجود بخشنے والا ہے اس کے متعلق یہ سوال پیدا ہی نہیں ہوتا۔

عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لايزال الناس يستائلون حتىٰ يقال هٰذاخلق الله الخلق ،فمن خلق الله ؟فمن وجدمن ذٰلك

شیئافلیقل امنت باللہ ورسلہ ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں میں ہمیشہ فضول سوالات اور چون وچراں کا سلسلہ جاری رہے گا، یہاں تک کہ یہ احمقانہ سوال بھی کیا جائے گا کہ اللہ نے سب مخلوق کو پیدا کیا ہے،تو پھراللہ کوکس نے پیدا کیا؟ پس جس کواس سے سابقہ پڑے وہ یہ کہہ کر بات ختم کردے کہ اللہ پراوراس کے رسولوں پر میراایمان ہے۔(بخاری ومسلم)

تشریح:

مطلب یہ ہے کہ مؤمن کارویہ ان سوالات اوروساوس کے بارہ میں یہ ہونا چاہیے کہ وہ سوال کرنے والے آدمی سے یاوسوسہ ڈالنے والے شیطان سے اوراپنے نفس سے صاف کہہ دے کہ اللہ اوراس کے رسولوں پرایمان کی روشنی مجھے نصیب ہوچکی ہے،اس لیے میرے لیے یہ سوال بالکل قابل غورنہیں جس طرح کسی آنکھوں والے کے لیے یہ سوال قابل غورنہیں کہ سورج میں روشنی ہے یانہیں؟۔(معارف الحدیث ص۱۶۲)

..........................................................................

مرسلہ : بندہ محمد صدیق عفا اللہ عنہ

# ملفوظات حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ

از جمیل الکلام: بقلم فقیہ الامۃ حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی قدس سرہ

فرمایا حذیو مصر کے پیر بہت بوڑھے تھے جب حج کے واسطے مکہ آئے تو ہمارے حضرت سے ملنے کیلئے پیدل آئے، شریف مکہ نے سواری کا انتظام کرنا چاہا تو کہا کہ شیخ کے یہاں سوار ہو کر جانا سوء ادب ہے، حضرت نے ان کی شان کے موافق خوب سامان کیا چائے وغیرہ کا، تو ایک صاحب نے کہا حضرت کو اس کی کیا ضرورت تھی؟ فرمایا نزلوا الناس منازلھم وہ حاضر ہوئے تو عرض کیا کہ میری طرف توجہ فرمایئے، حضرت نے چائے پیش فرمائی انہوں نے عرض کیا کہ چائے کی کیا ضرورت ہے بس توجہ فرما دیجئے، فرمایا وہ بھی ہو جائے گا چائے سے فارغ ہو کر، گردن جھکا کر بیٹھ گئے حضرت بھی متوجہ ہو گئے پھر سر اٹھا کر بولے کہ الحمدللہ جیسا سنا تھا اس سے بدرجہا زیادہ پایا، حضرت نے فرمایا کہ نہیں میں کیا چیز ہوں تو بگڑ گئے اور کہا تو کیا میں اندھا ہوں۔

فرمایا بعض علوی خود کو سید سمجھتے ہیں یہ غلطی ہے خدا جانے کہاں سے کہتے ہیں، سید تو عرف میں صرف بنی فاطمہ ہیں ہاں کوئی اصطلاح ہی بدل دے تو دوسری بات ہے۔

فرمایا کہ بارش ہوئی تو ایک صاحب بھاگے دوسرے صاحب نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بھاگتے ہو تو خوب جواب دیا کہ اس لئے بھاگتا ہوں کہ پیروں میں نہ آئے۔

فرمایا اب تو تصوف میں اتنا توسع ہو گیا کہ قرآن حدیث تو کیا استدلال میں عربیت کی بھی ضرورت نہیں رہی، ایک شخص کہا کرتے تھے واللیل اذا سجی اے نفس! تیری یہی سجا، اے شاید ترجمہ ہو واؤ کا اور نفس لیل کا بمناسبت ظلمت کے اور یہی اذا کا کیونکہ

اس میں ذا بھی ہے جو اسم اشارہ ہے سجی سجا ہی ہے (یعنی سزا) اور اس پر بھی جو سمجھ میں نہ آئے وہ رمز ہے۔

فرمایا چھوٹے ماموں صاحب کہتے تھے کہ ان سے ایک فقیر ملا اور ان سے پوچھا کہ بتاؤ رزق بڑا ہے یا محمد (ﷺ) انہوں نے کہا کہ نہ اس عنوان سے شریعت میں تعلیم ہوئی ہے اور نہ اس کی ضرورت، ہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اشرف المخلوقات ہیں اور رزق ایک مخلوق ہے اسلئے حضور ﷺ ہی اشرف ہیں۔ بولا معلوم ہوا بے پیرے ہو، پھر اپنا خُتکہ (گتکا) اٹھا کر سر پر گھما کر کہا کہ دیکھ اشهد ان محمدا رسول الله پہلے اَنْ ہے پھر محمد (ﷺ) اور اَنْ ہندی میں رزق کو کہتے ہیں اگر اَنْ اشرف نہ ہوتا تو پہلے کیوں ہوتا۔

فرمایا دارا شکوہ ایک درویش سے ملنے گئے جو واہی تباہی بکتا تھا وزیر بھی ساتھ تھے دارا شکوہ نے پوچھا کہ عمر شریف؟ بولے کہ جب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تمہارے دادا اکبر سے لڑائی ہوئی تھی تو ہم تمہارے دادا کی طرف تھے، وزیر نے کہا کہ حضور کی تاریخ دانی بھی معلوم ہوگئی اور ایمان بھی، تو دارا شکوہ نے ڈانٹ دیا کہ بزرگوں پر اعتراض نہیں کرتے کوئی کیا جانے کیا رمز ہے۔

فرمایا لوگ تصوف کے مضامین کے اشارات کو تفسیر سمجھ لیتے ہیں حالانکہ نہ وہ اشارات یقینی ہیں نہ ان سے تفسیر مقصود ہے یہ تو علم اعتبار کہلاتا ہے۔

فرمایا ایک طالب علم حدیث پڑھنا چاہتا تھا، میں نے کہا کہ معاش کی کیا صورت ہے؟ کہنے لگے وما من دابة فی الارض الا علی الله رزقها میں نے کہا کہ اس کا تو یہ مطلب ہوا کہ گویا میں اس آیت سے جاہل ہوں ورنہ پوچھتا ہی کیوں، تو ایسے جاہل شخص سے پڑھنے سے کیا فائدہ ہے۔

فقیہ العصر مفتی سید عبدالشکور ترمذی نوراللہ مرقدہ

# نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم (قسط ۱)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وما ارسلنٰك الا رحمة للعٰلمین (پ ۱۷) ہم نے آپ کو سارے جہانوں کے لیے رحمت ہی بنا کر بھیجا ہے۔ انا رحمة مهداة۔ الحدیث۔ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجی ہوئی رحمت ہوں۔

یا رب صل و سلم دائما ابدا     علی حبیبك خیرالخلق کلهم

نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ اور آپ کے حالات مبارکہ کا مستند اور صحیح روایات کے ذریعہ اصلی صورت میں مسلمانوں تک خاص طور سے۔ اور تمام عالم میں عام طور پر پہنچانا اور زیادہ سے زیادہ اشاعت کرنا مسلمانوں کی اہم ترین ذمہ داری اور انکا فریضہ ہے اور تمام مدارس اسلامیہ اور تعلیم و تبلیغ تعلیمی تبلیغی اداروں کا مطمح نظر اور روح یہی سیرت مبارکہ ہے۔ بحمداللہ تعالیٰ اس فریضہ کی ادائیگی کا احساس عام طور پر قلوب میں پایا جاتا ہے اور مختلف صورتوں سے سیرت طیبہ کی اشاعت کا اہتمام ہر دور میں تقریر و تحریر کے ذریعہ کیا جاتا رہا ہے۔ اسی معمول کے مطابق آنحضرت ﷺ کا بہت ہی مختصر طریقہ سے اجمالی تعارف اور سیرت کے ایک دو پہلو ناظرین کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں، اللہ تعالیٰ اس کو باعث ذخیرہ آخرت اور نافع اور قبول فرمائیں (آمین)

## سیرت طیبہ کی اہمیت اور ضرورت

اصل مدعیٰ پیش کرنے سے پہلے اس بات کا ذہین نشین کر لینا نہایت ضروری ہے کہ آنحضرت ﷺ کے حالات طیبہ اور اخلاق حمیدہ کا عام مسلمانوں تک پہنچانا ہماری دینی اور

دنیوی فلاح اور کامیابی کیلئے نہایت ہی اہمیت کا حامل ہے۔مسلمانوں کی دینی ترقی اور منافع تو سیرت نبوی ﷺ کے جاننے اوراس کے مطابق عمل کرنے پر موقوف ہیں ہی لیکن چودہ سو سالہ اسلامی تاریخ نے ہمیں یہ بھی بتلایا ہے کہ دنیوی ترقیات بھی بحثیت مجموعی آنحضرت ﷺ کی سیرت اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم خصوصا خلفائے راشدین کی اطباع پر ہی موقوف ہیں، ماضی کے تجربات کے پیش نظراور خلفائے راشدین کے حالات پر نظر کرتے ہوئے اس کہنے میں کوئی باک نہیں کہ اس موجودہ تنزل وانحطاط کے دور میں بھی اگر اس امت مرحومہ کیلئے موجودہ پستی سے نکلنے اور سنورنے کا کوئی ذریعہ ہے تو وہی اور صرف وہی ہے جس نے اس کو پہلی مرتبہ ذلتوں کی اندھیریوں سے نکالا تھا یعنی آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے طریقہ کی اتباع۔

امام دارالھجرۃ حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے بالکل صحیح اور حقیقت کے موافق فرمایاہے ,,لا يصلح آخر هذه الامة الا ما صلح به او لها،،اس امت کی اصلاح صرف اسی طریقہ میں ہے جس طریقہ میں اس امت کے پہلے لوگوں کی اصلاح ہوئی تھی۔

اسلامی تاریخ پر نظر ڈالی جائے تو بلاشبہ ہر آنکھ والے پر روز روشن کی طرح یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اسلام اور مسلمانوں کیلئے کسی وقت اور کسی حالات میں بھی وہ طریقہ نافع نہیں ہوسکتا جو نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم خصوصاً خلفائے راشدین کے طریقے کے مخالف ہو، سیرت خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مخالف سمت چلنے والا ہرگز منزل مقصود کو نہیں پہنچ سکتا۔

ترسم نرسی بکعبہ اے اعرابی کہ ایں راہ کہ تو می روی بترکستان ست

## موضوع کی وسعت اور تاثیر

سید ولد آدم فخر دو عالم ﷺ کی سیرت مقدسہ ایسا وسیع اور ہمہ گیر جامع موضوع ہے

کہ اس پر ہر زبان اور نظم ونثر میں اتنی کتابیں اور مقالے لکھے گئے اور لکھے جا رہے ہیں کہ ان کا شمار نہیں کیا جا سکتا۔ اپنے تو اپنے غیروں نے بھی اس موضوع پر خوب خامہ فرسائی کی اور داد تحقیق اور تحسین حاصل کی مگر آخر میں:

ع لایمکن الثناء کما کان حقہ

جیسا آپ ﷺ کا حق ہے آپ کی تعریف ممکن نہیں ہے کہہ کر

ع بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

خدا کے بعد آپ ﷺ ہی بزرگ ہیں کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔

## آپ ﷺ کا حسن وجمال اور جاہ وجلال

آپ ﷺ کا حسن وجمال دنیا میں مشہور تھا اور حسن وجمال کے ساتھ شاہانہ جاہ وجلال بھی آپ ﷺ کو حاصل تھا، کسی کو یہ ہمت نہیں ہوتی تھی کہ آپ ﷺ کی طرف نظر اٹھا کر دیکھے۔ خدا کی خدائی میں آپ ﷺ سے پہلے کبھی کوئی ایسا انسان پیدا نہیں ہوا اور اب تو ایسا پیدا ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا حضرت حسان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

واحسن منك لم تر قط عینی واجمل منك لم تلد النساءٗ

خلقت مبراء من کل عیب کانك قد خلقت کماتشاءٗ

میری آنکھ نے آپ ﷺ سے زیادہ حسین نہیں دیکھا اور آپ ﷺ سے زیادہ خوبصورت کسی عورت نے نہیں جنا، آپ ﷺ ہر عیب سے پاک پیدا کیے گئے ہیں گویا کہ آپ ﷺ اپنی منشاء کے مطابق پیدا کیے گئے۔

کسی نے کیا خوب کہا ہے:

اے زلیخا اس کو نسبت اپنے یوسف سے نہ دے

اس پر سر کٹتے ہیں دائم اور اس پر انگلیاں

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ فرماتے ہیں کہ:

''لم ار قبله ولا بعده مثله ،، میں نے آپ ﷺ جیسا صاحب کمال اور صاحب جمال نہ آپ ﷺ سے پہلے دیکھا نہ آپ ﷺ کے بعد۔

متنبّی شاعر نے اپنے ممدوح کیلئے بطور مبالغہ کے کہا تھا ۔

ولقد اتی فعجزن عن نظرائه    مضت الدهور وما اتين بمثله

زمانہ گزر گیا اس طرح کا نہیں لا سکا (یعنی ماضی میں ایسا کوئی پیدا نہ ہوا) اور اب یہ آ گیا تو اس کی نظیر سے عورتیں عاجز آ گئیں (یعنی بعد میں ایسا کوئی پیدا نہ ہوگا) اپنے ممدوح کے حق میں تو شاعر کی یہ گپ شپ ہی تھی لیکن آنحضرت ﷺ کے حق میں یہ عین حقیقت اور واقعہ ہے۔

سیرت طیبہ کے پاکیزہ موضوع کا عجیب اور پرتاثیر ہونا کھلی آنکھوں مشاہدہ سے واضح ہے، سیرت کی کتاب کے پڑھنے والے کے دل پر حضور فداہ روحی ﷺ کے عشق ومحبت کی لہریں موجزن ہوتی جاتی ہیں، اور آپ ﷺ کی شان محبوبیت (بقول حضرت علی رضی اللہ عنہ من رآه بداهة هابه ومن رآه معرفة احبه جو آپ کو اچانک دیکھتا وہ خوفزدہ ہو جاتا اور جو آپ کو ملتا جلتا رہتا وہ آپ کو محبوب بنا لیتا تھا) اجاگر ہوتی جاتی ہے اور آپ ﷺ کی محبت میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔

## آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مختصر تعارف

سب سے پہلے اس مضمون کی پیشانی پر لکھی ہوئی آیت کریم ,,وما ارسلنٰك الا رحمة للعٰلمين ،، کو بطور تعارف پیش کیا جاتا ہے۔

حق تعالیٰ جل شانہ نے اس آیت کریمہ میں آنحضرت ﷺ کا تعارف جس صفت سے فرمایا ہے وہ آپ ﷺ کا ,,رحمة للعٰلمين ،، ہونا ہے۔

,,عــالـمیـن ،، ,,عــالـم،، کی جمع ہے، جس میں ساری مخلوقات انسان، جن، حیوانات، جمادات، سبھی داخل ہیں، رسول اللہ ﷺ کا ان سب چیزوں کیلئے رحمت ہونا اس طرح ہے کہ تمام کائنات کی حقیقی روح اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اس کی عبادت ہے، یہی وجہ ہے کہ جس وقت زمین سے یہ روح نکل جائے گی اور زمین پر کوئی اللّٰہ، اللّٰہ کہنے والا نہ رہے گا تو ان سب چیزوں کی موت یعنی قیامت آجائیگی، اور جب اللہ تعالیٰ کی عبادت کا ان سب چیزوں کی روح ہونا معلوم ہوگیا تو رسول اللہ ﷺ کا ان سب چیزوں کیلئے رحمت ہونا خود بخود ظاہر ہوگیا، کیونکہ اس دنیا میں قیامت تک ذکر اللہ اور عبادت آپ ﷺ ہی کے دم قدم اور تعلیمات سے قائم ہے، اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

انا رحمة مهداة (میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجی ہوئی رحمت ہوں۔)

آنحضرت ﷺ کا نام نامی اسم گرامی ''محمد'' ہے۔ اسم مبارک سے بھی آپ ﷺ کا حقیقی تعارف ہوتا ہے اور یہ ایسا محبوب نام ہے جو محامد اور تعریفات کا حامل اور جامع ہے، اس کی کسی قدر تشریح ان شاء اللہ آگے آرہی ہے۔ اس کے علاوہ آپ ﷺ کے اور بھی بہت سے اسمائے مبارکہ ہیں جن سے آپ ﷺ کے تعارف کے ساتھ آپ ﷺ کی منقبت اور محبوبیت بھی واضح ہوتی ہے۔ خود حضور اکرم ﷺ نے اپنا تعارف ایسے ہی اسمائے مبارکہ سے کرایا ہے، اور اپنی منقبت بیان فرمائی ہے۔ ارشاد عالی ہے:

انــا مـحـمـد وانـا احـمـد وانـا الـمـاحی الذی یمحواللّٰہ بی الکفر وانـا الـحـاشـر الـذی یـحشـر الـناس علی قدمی وانا الـعـاقـب والـعاقب الذی لیس بعده نبی۔ (بخاری ومسلم)

میں محمد ہوں اور میں احمد ہوں اور مٹانے والا ہوں، اللہ تعالیٰ میرے ذریعہ کفر کو مٹائے گا، اور میں حاشر ہوں سب لوگ میرے قدموں پر اکٹھے کئے جائیں گے، اور میں

عاقب ہوں اور عاقب وہ ہے جس کے بعد کسی کو نبوت نہ دی جائے۔

آنحضرت ﷺ کے اور بھی بہت سے اسماء گرامی ہیں مگر اس حدیث میں پانچ ناموں کا ذکر آیا ہے، غالباً آپ ﷺ کے مخصوص نام یا انبیائے سابقین کے صحیفوں میں زیادہ مشہور یہی پانچ نام ہیں۔

حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

الاوانا حبیب اللّٰہ ولا فخر وانا حامل لواء الحمد یوم القیمۃ تحتہ آدم فمن دونہ ولافخر وانا سید ولد آدم یوم القیمۃ واول من تنشقّ عنہ القبر واول شافع واول مشفع (مشکوۃ باب الفضائل) یادرکھو میں اللہ تعالیٰ کا محبوب ہوں اور یہ کوئی فخر کی بات نہیں ہے اور میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کا جھنڈا قیامت کے دن اٹھانے والا ہوں گا جس کے نیچے آدم اور اولاد آدم ہوگی اور یہ کوئی فخر کی بات نہیں اور میں قیامت کے دن ان تمام اولاد آدم کا سردار ہوں گا اور میں ہی وہ ہوں جس کی قبر سب سے پہلے کھلے گی اور میں ہی سب سے پہلے شفاعت کروں گا اور میری شفاعت سب سے پہلے قبول کی جائے گی۔

ارشاد ہے:

انا نبی الرحمۃ میں رحمت کا نبی ہوں۔

انا رسول الرحمۃ یں رحمت کا رسول ہوں۔

نیز ارشاد ہے:

انما انا رحمۃ مھداۃ۔ میں اللہ تعالیٰ کی وہ رحمت ہوں جو اس نے مخلوق کو عطا کی ہے۔وانااکرم الاولین والآخرین علی اللّٰہ ولافخر۔

میری عزت اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے پہلے اور پچھلے لوگوں سے زیادہ ہے اور یہ کوئی غرور کی بات نہیں۔

اپنی نبوت کاملہ عامہ کا تعارف کراتے ہوئے ارشاد ہے:

وارسلت الی الخلق کافة وختم بی النبیون انه لیس شئ من السماء والارض الا یعلم انی رسول اللّٰہ الا عاصی الجن والانس۔ (دارمی، کنز العمال، ص ۱۰٤، ج٦) اور مجھے سب مخلوق کی طرف بھیجا گیا اور میرے آنے سے سب نبی ختم کر دیئے گئے، زمین وآسمان کی ہر چیز جانتی ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں مگر نافرمان جن اور انسان (نہیں جانتے)۔

آپ ﷺ پر ایمان لانا ہی کافر اور مسلمان کے درمیان حد فاصل ہے، آپ ﷺ کا ایک اسم مبارک ,,فـــــرق،، (فرق کرنے والا) بھی ہے، چنانچہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے۔ محمد فرق بین الناس (مشکوۃ باب الاعتصام) محمد ﷺ لوگوں کے درمیان فرق کرنے والے ہیں۔

یہ سب کے سب آپ کے اسماء گرامی ہیں ان سے آپ ﷺ کا تعارف ہو رہا ہے، مگر ان میں سے کوئی اسم صفت ہے اور کوئی اسم علم ہے۔

ایک نام آپ ﷺ کا حمد ہے حمد اگرچہ مصدر ہے اس کے معنی ستودن (تعریف کرنے کے) ہیں، مگر آپ ﷺ پر مبالغہ کے طور سے اطلاق کر دیا گیا، گویا آنحضرت ﷺ حق تعالیٰ کی مجسم حمد وثناء ہیں، اسی حمد سے ہی آپ ﷺ کے اسماء مبارکہ محمد، احمد، محمود، حماد لیے گئے ہیں۔

## محمد اور احمد کی مختصر تشریح

محمد کے معنی ہیں، ستودہ، پسندیدہ (تعریف کیا ہوا) اور احمد کے معنی ہیں بہت تعریف کرنے والا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی سب سے زیادہ حمد وثناء کرنے والے ہیں اور زمین وآسمان میں زیادہ آپ کی تعریف کی جا رہی ہے، محمد کے معنی ہی

یہ ہیں کہ وہ ذات ستودہ صفات جن کے واقعی کمالات اور محاسن کو محبت وعظمت کے ساتھ کثرت سے بار بار بیان کیا جائے، کیونکہ محمد تحمید کا اسم مفعول ہے اور تحمید باب تفعیل کا مصدر ہے اور باب تفعیل کی وضع ہی مبالغہ اور تکرار کیلئے ہوتی ہے۔

علامہ نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ابن فارس وغیرہ سے نقل کیا ہے کہ حق تعالیٰ نے آپ ﷺ کے گھر والوں کو الہام فرمایا اس لئے یہ نام رکھا (شرح مسلم ص۲۶۱ ج۲)

یہ دونام قرآن شریف میں بھی مذکور ہیں ارشاد ہے, محمد رسول اللّٰہ، محمد اللہ کے رسول ہیں (پ۲۶) ،مبشرًا برسول یاتی من بعد ی اسمه احمد (پ۲۸) اور اپنے بعد ایک آنے والے (عظیم الشان) رسول کی بشارت دینے والا جس کا نام احمد ہوگا، دنیا میں آپ ﷺ نے اور آپ ﷺ کی امت نے خدا تعالیٰ کی اتنی حمد وثناء کی کہ اتنی کسی نے نہیں کی، اس وجہ سے انبیاء سابقین نے آپ ﷺ کے وجود باجود کی بشارت لفظ احمد کے ساتھ دی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو سورۃ الحمد عطا کی۔

اور کھانے اور پینے اور سفر سے واپس آنے کے بعد اور ہر دعا کے بعد آپ ﷺ اور آپ ﷺ کی امت کو حمد وثناء پڑھنے کا حکم دیا، اور آخرت میں بوقت شفاعت آپ ﷺ پر من جانب اللہ وہ محامد اور خدا تعالیٰ کی تعریفیں منکشف ہونگی کہ جو نہ کسی نبی مرسل پر اور نہ ملک منزل پر منکشف ہوئیں، اسی وجہ سے قیامت کے دن آپ کو مقام محمود اور لواء حمد عطا ہوگا، اس وقت تمام اولین وآخرین جو میدان حشر میں جمع ہونگے وہ آپ ﷺ کی حمد اور ثناء کریں گے کسی نے کیا خوب کہا۔

مقام تو محمود و نامت محمد     بدینساں مقامے ونامے کہ دارد

آپ ﷺ کا مقام محمود اور آپ ﷺ کا نام محمد ہے، ایسا نام اور مقام کون رکھتا ہے۔
خلاصہ یہ کہ حمد کے تمام معانی اور انواع واقسام آپ ﷺ کے لئے خاص کر دیئے گئے ہیں۔

## آپ ﷺ کی ختم نبوت کی طرف اشارہ

اللہ تعالیٰ اور آنحضرت ﷺ کے کلام میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر کام کے ختم کے بعد اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء پسندیدہ اور مستحسن ہے، چنانچہ ارشاد ہے وقضی بینھم بالحق وقیل الحمد للہ رب العالمین (پ۲۴) ان کے درمیان حق کا فیصلہ کردیا گیا اور کہا گیا الحمد للہ رب العلمین۔

وآخر دعواھم ان الحمد للہ رب العلمین (پ۱۱) اہل جنت کی آخری دعا یہ ہوگی الحمد للہ رب العلمین۔

فقطع دابر القوم الّذین ظلمو والحمدللہ رب العالمین (پ۷) ظالموں کی جڑ کاٹ دی گئی الحمدللہ رب العلمین، کلومن رزق ربکم واشکرواله (پ۲۲) اپنے رب کے رزق کو کھاؤ اور اس کا شکر کرو۔

نبی کریم ﷺ نے شکر کی تفسیر حمد سے کی ہے، چنانچہ حدیث میں ہے افضل الشکر الحمد للہ سب سے افضل شکر الحمد للہ (کہنا ہے) اور کھانے کے بعد الحمد للہ پڑھنے کی کثرت سے تاکید آئی ہے جب سفر ختم ہوتا تو آپ ﷺ یہ پڑھتے آئبون تائبون عابدون لربنا حامدون ہم اللہ کی طرف رجوع ہونے والے توبہ کرنے والے اپنے پروردگار کی عبادت کرنے والے حمد وثناء کرنے والے ہیں، اور جب نماز ختم ہوتی تو یہ آیت شریفہ پڑھتے سبحان ربك رب العزة عما یصفون وسلام علی المرسلین والحمد للہ رب العالمن (پ۲۳) آپ کا رب جو بڑی عظمت والا ہے ان باتوں سے پاک ہے، جو یہ بیان کرتے ہیں اور سلام ہو پیغمبروں پر اور تمام ترخوبیاں اللہ ہی کے لئے ہیں جو تمام عالم کا پروردگار ہے، غرضیکہ آیات واحادیث سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ حمد کسی شئی کے اختتام ہی کے بعد ہوتی ہے، اسی لئے حق تعالی جل شانہ نے آپ ﷺ کا نام محمد

اور احمد رکھا تا کہ انقطاع وحی اور نبوت و رسالت کے اختتام کی طرف اشارہ ہو۔(ماخوذ از سیرت المصطفی)

## خصوصی شان خاتمیت کی مزید وضاحت

خاتم النبین میں آپ ﷺ کی مخصوص شان اور تمام انبیاء علیہم السلام پر آپ ﷺ کا فائق ہونا واضح کیا گیا ہے۔

امام راغب نے مفردات القرآن میں فرمایا ہے وخاتم النبوة ای تممها بمجیئه۔یعنی آپ ﷺ کو خاتم نبوت اس لئے کہا گیا کہ آپ ﷺ نے اپنے تشریف لانے پر نبوت کو ختم اور مکمل کر دیا۔

صفت خاتم الانبیاء ایک ایسی صفت ہے جو تمام کمالات نبوت و رسالت میں آپ ﷺ کی اعلیٰ فضیلت اور خصوصیت کو ظاہر کرتی ہے، کیونکہ عموما ہر چیز میں تدریجی ترقی ہوتی ہے اور انتہاء پر پہنچ کر اسکی تکمیل ہوتی ہے اور جو آخری نتیجہ ہوتا ہے وہی اصل مقصود ہوتا ہے، قرآن کریم نے خود واضح کر دیا ہے:

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا (پ٦) آج میں نے تمہارے دین کو مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی ہے اور تمہارے لئے اسلام کو پسند کر لیا۔

انبیائے سابقین کے دین بھی اپنے اپنے وقت کے لحاظ سے مکمل تھے کوئی ناقص نہ تھا، لیکن کمال مطلق اسی دین مصطفوی کو حاصل ہوا جو اولین و آخرین کیلئے حجت، اور روز قیامت تک چلنے والا دین ہے (از سیرت رسول مقبول ﷺ)

## عقیدہ ختم نبوت

یہ اسلام کے ان اساسی عقائد میں سے ہے جس کے بغیر آنخضرت ﷺ پر ایمان

مکمل نہیں ہوتا، اور اس پر ایمان کا دارومدار ہے۔ چنانچہ علامۃ السید احمد بن محمد اسماعیل الطحطاوی الحنفی متوفی ۱۲۳۱ھ فرماتے ہیں:

ویشترط لصحة الایمان به صلی اللّٰه علیه وسلم معرفة اسمه اذلاتتّم المعرفة الا به وكونه بشرا من العرب وكونه خاتم النبیین اتفاقا لورود ذالك بالتواطع المتواترة (حاشیه مراقی الفلاح ص ٦) آپ ﷺ پر ایمان کے صحیح ہونے کے لئے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا نام مبارک جاننا کیونکہ پہچان بغیر نام کے پوری نہیں ہوتی، اور آپ ﷺ کو کامل ترین انسان ماننا، پھر سب کے بعد آپ ﷺ کو خاتم النبیین تسلیم کرنا اہم شرائط ہیں (جن کے بغیر کسی طرح بھی آپ ﷺ پر ایمان مکمل نہیں ہوسکتا) چونکہ یہ قطعی متواترات سے ثابت ہے۔

## آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض خاص فضائل

ختم نبوت ورسالت، عموم بعثت ودعوت، مقام محمود، شفاعت کبریٰ، معراج سبع سماوات، وغیرہ آپ ﷺ کے خاص فضائل اور ایسے مزایا ہیں جن سے سوائے آپ ﷺ کے اور کسی نبی کو سرفراز نہیں کیا گیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

فضلت علی الانبیاء بست اعطیت جوامع الکلم ونصرت بالرعب واحلت لی الغنائم وجعلت لی الارض مسجدا وطهورا وارسلت الی الخلق کافة وختم بی النبییون (مشکوۃ باب الفضائل)

مجھے چھ چیزوں کے ساتھ انبیاء پر فضیلت دی گئی، مجھے جوامع الکلم عطا کئے گئے اور رعب کے ذریعہ میری مدد کی گئی، اور میرے لئے مال غنیمت حلال کر دیا گیا، اور میرے لئے تمام زمین کو مسجد اور پاک کرنے کا ذریعہ بنا دیا گیا، اور مجھے تمام مخلوق کی طرف بھیجا گیا، اور مجھ پر تمام نبیوں کو ختم کر دیا گیا۔

اسی طرح آپ ﷺ کووہ آیات بینات،محاسن اخلاق،فضائل وشمائل،علوم ومعارف،عطافرمائے جوآپ ﷺ ہی کے ساتھ خاص ہیں کسی اور نبی ورسول کوعطانہیں فرمائے گئے،خصوصا قرآن کریم کامعجزہ تو ایساروشن معجزہ ہے کہ جس کے سامنے موافق ومخالف سب ہی کی گردنیں خم ہیں۔

آنخضرت ﷺ کےمعجزات میں سب سے بڑاعلمی معجزہ قرآن کریم ہے، یہ معجزہ تمام انبیاءعلیہم السلام کےمعجزات سے بڑھا ہواہے،ایسامعجزہ اورکسی پیغمبرکوعنایت نہیں ہوا، سب انبیاء ومرسلین کے معجزےایک خاص وقت میں ظاہرہوئے اورمعجزہ قرآن ایسامعجزہ ہے جس کی جانب زوال وانقطاع کوراہ نہیں،ابتداءنزول سےلیکر اب تک اسی طرح بلاتغیّر وتبدل اور بلاکم وکاست باقی اورمحفوظ ہے، اور یہ معجزہ تا قیام قیامت اسی طرح باقی رہےگاجس طرح آپﷺ پرنازل ہوا۔(ازسیرت المصطفیٰ)

## مقصدختم نبوت

غرضیکہ آپ ﷺ میں خصائص نبوت اوردلائل رسالت تمام انبیاء سے زیادہ صاف اورروشن ہیں،اورروایات کےلحاظ سے سب سےزیادہ صحیح اورشبہات سےنہایت درجہ بعید بلکہ پاک اورمنزّہ ہیں۔نبوت ورسالت کاسب سے اہم اوراعظم پہلو وہ دینی عقائداورعبادات اورآداب واخلاق اوراحکام ومعاملات کامعاملہ ہے، دوسرا پہلودلائل نبوت اور براہین یعنی معجزات کاہے۔تیسراپہلو پیشنگوئیوں کاہے۔چوتھاپہلو اصلاح عالم کاہے۔پانچواں پہلو اثرہدایت کاہے۔آنخضرت ﷺان پانچوں باتوں میں تمام انبیاء اورمرسلین سے بڑھ کر ہیں۔

(جاری.............)

مفتی سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہم

# پیش لفظ کتاب ''تذکرۃ الشیخ''

ذیل کا مضمون حضرت مدیر اعلیٰ مدظلہم نے حال ہی میں مکتبۃ الشیخ کراچی سے شائع ہونے والی کتاب ''تذکرۃ الشیخ''، مؤلفہ فقیہ العصر حضرت مفتی سید عبدالشکور ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ کے ''پیش لفظ'' کے طور پر تحریر فرمایا تھا جس میں کتاب کے تعارف کے علاوہ اکابر و اسلاف کے تذکرہ کی ضرورت و افادیت کے علاوہ ان پر اعتماد اور ان کے مسلک و مشرب کو اپنانے کی اہمیت پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے اس لیے اسے افادہ عام کے لیے ''ماہنامہ الحقانیہ'' میں شائع کیا جارہا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم۔امابعد:

زیر نظر کتاب ''تذکرۃ الشیخ''، برکۃ العصر شیخ الحدیث حضرت اقدس مولانا محمد زکریا کاندھلوی قدس سرہ کے مبارک حالات پر مشتمل ایک تاریخی دستاویز ہے جو حضرت کی وفات کے بعد احقر کے والد ماجد فقیہ العصر یادگار سلف حضرت مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے مرتب فرمائی سب سے پہلے یہ حالات جامعہ دارالعلوم کراچی کے ترجمان ''ماہنامہ البلاغ'' کی گیارہ قسطوں میں شائع ہوئے، بعد میں محترم جناب حافظ محمد اکبر شاہ صاحب بخاری نے ان گیارہ قسطوں کو مرتب کر کے لاہور سے شائع کرایا اب تیسری مرتبہ یہ کتاب مکتبۃ الشیخ کراچی سے شائع ہورہی ہے لیکن اس مرتبہ مضمون کو حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تحریر کردہ اصل مسودہ سے ملا کر از سر نو مرتب کیا گیا اور تصحیح کا بھی خاص اہتمام کیا گیا ہے۔

اصل مسودہ سے مراجعت اور کمپوزنگ کے بعد تصحیح کا کٹھن مرحلہ بڑی محنت سے

برخوردار مولوی عبدالناصر ترمذی سلمہ فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی نے سر کیا اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں اوراس کی اشاعت سے خواص وعوام کو نفع عطا فرما کر حضرت والد ماجد رحمہ اللہ تعالیٰ کے رفع درجات کا سبب بنائیں۔

حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کی عبقری شخصیت کے متعلق مجھ جیسے بے بضاعت کا کچھ لکھنا یقیناً سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے، پھر بفضلہٖ تعالیٰ یہ فریضہ حضرت کے متعلقین اور خاص احباب بڑے احسن طریقہ سے ادا کر چکے ہیں اور زیرنظر کتاب ''تذکرۃ الشیخ'' بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے اس لیے احقر آپ کی ذات گرامی سے متعلق خامہ فرسائی کی بجائے مناسب سمجھتا ہے کہ اس پیش لفظ میں اکابر اور بزرگوں کے تذکار کی اہمیت اور ضرورت سے متعلق کچھ لکھ دے اوراس بارہ میں حضرت والد گرامی کے تأثرات اور رائے گرامی کا تذکرہ بھی کردیا جائے تاکہ'' تذکرۃ الشیخ'' کے ساتھ ان تمہیدی گذارشات کا بھی الحاق ہوجائے جو یقیناً احقر کے لیے ایک سعادت کم نہیں

ع بلبل ہمیں کہ قافیہ گل شود بس است

چنانچہ ذیل کا مضمون اسی جذبہ کے ساتھ سپرد قلم کیا جارہا ہے ورنہ اس مبارک کتاب میں احقر کی تحریر کا کوئی جوڑ نہیں۔

حضرت اقدس والد ماجد قدس سرہ کو اپنے بزرگوں، اساتذہ کرام، مشائخ عظام سے کس قدر محبت وعقیدت تھی اس کا اندازہ تو اس شخص کو ہی ہوسکتا ہے جس نے آپ کی مجلس وصحبت میں کچھ وقت گذارا ہو یا اسے آپ کے بیانات سننے کا موقع ملا ہو، کیونکہ آپ کی کوئی مجلس، کوئی بیان بزرگوں کے والہانہ تذکرہ سے خالی نہیں ہوتا تھا، لگتا یوں ہے کہ یہ شعر کسی نے آپ کے لیے ہی کہا تھا۔

وذكرك للمشتاق خير شراب وكل شراب دونه كسراب

آپ نہ صرف یہ کہ موقع بموقع اپنے اکابر کے حالات کا ذکر فرماتے بلکہ ان کے علم وعمل ، زہدوتقویٰ ، ان کی للّٰہیت اورتواضع ، استغناء حب فی اللہ اور بغض فی اللہ جیسے اوصاف وکمالات کے اپنانے پر بہت زور دیتے تھے اوران کی بے مثال گونا گوں علمی وعملی خدمات پر اعتمادواعتراف کے ساتھ ان کے مسلک ومشرب پر بطور خاص پابند رہنے کی تلقین فرماتے تھے اورصحیح معنیٰ میں آپ ان کے ٹھیٹھ مسلک کے داعی وترجمان تھے ،اس سلسلہ میں آپ نے جوگرانقدر علمی ،تحریری وتصنیفی خدمات سرانجام دیں ان کی بناپرآپ مسلک دیوبند کے ایک مستندترجمان قرار پائے اور بجاطور پرآپ کا اسم گرامی اس حوالہ سے سند کا درجہ اختیار کرگیا۔

آپ کواس کا بہت ہی اہتمام تھا کہ علماء وطلبہ کو جیسے فن اسماء الرجال کے عنوان سے علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ اور دیگر نقاداورائمہ جرح وتعدیل کی کتب کا مطالعہ کرایا جاتا ہےاورانہیں پہلے دور کے اسماءالرجال اوران کے حالات یادرکرائے جاتے ہیں اسی طرح عہد حاضر میں اس کی بھی ضرورت ہے کہ اس کے ساتھ ساتھ طلبہ کواپنے اکابر ومشائخ واساتذہ کرام کے نہ صرف اسماء بلکہ مختصر حالات اوران کے علمی، دینی ،تبلیغی ،تصنیفی خدمات سے بھی آ گاہ کیاجائے اوران کے مسلک ومشرب کوخاص اہتمام کے ساتھ بیان کیاجائے ،اس طرح ان سے عقیدت ومحبت بھی قائم ہوگی اوران کی تحقیقات پراعتماد کے ساتھ مسلک ومشرب کی پابندی آسان ہوجائے گی اوراس دور پرفتن جس میں تحقیق کے نام پراکابر پرعدم اعتماد کاسنگین فتنہ عروج پر ہے جس کے نتیجہ میں مختلف گمراہیاں جنم لے رہی ہیں اس میں اگرکوئی مضبوط سہارااورحصن حصین ہےتووہ اکابر کی عقیدت ومحبت،ان کی تحقیق پراعتماد، ان کے مسلک ومشرب کی پابندی ہی ہے، ورنہ گمراہی سے بچناازبس دشوار ہے الامن عصمہ اللہ وحفظہ اللہ برحمتہ۔

حضرت اقدس تمام زندگی علمی دینی ماحول سے وابستہ رہے اور جس ایمانی نورانی پاکیزہ ماحول میں آپ نے آنکھ کھولی اور پرورش پائی وہاں آپ کو وقت کے اولیاء اللہ، مشائخ عظام کی زیارت اوران سے استفادہ کا خوب موقع ملا، ان کی شفقتیں، عنایتیں اور ان سے تربیت کا بھی شرف حاصل ہوا اس لیے شروع سے ہی ان کی عقیدت ومحبت قلب میں جاگزین ہوگئی گویا کہ آپ کی ذات گرامی اس شعر کا مصداق تھی ؂

اتانی ھواھاقبل ان اعرف الھوی فصا دف قلبًافا رغًا فتمکنا

آپ اگرچہ اپنے تحقیقی وعلمی ذوق کی بناپر ساری زندگی علمی وفقہی تحقیقات میں مصروف رہے اور مختلف دینی شعبوں میں آپ نے خدمات سرانجام دیں لیکن آپ نے ہمیشہ اس کا اہتمام فرمایا کہ اکابر کا مسلک ومشرب اوران کی تحقیق سے سرموانحراف نہ ہونے پائے لیکن اکابر کی یہ اتباع محض جذبۂ عقیدت ومحبت پر ہی مبنی نہ تھی بلکہ آپ ان کی تحقیقات اوران کے مسلک ومشرب کو علیٰ وجہ البصیرۃ قرآن وسنت اور مسلک اہل السنۃ والجماعۃ کے عین مطابق سمجھتے تھے، پھر جہاں اکابر کے احوال وسوانح اوران کے مبارک تذکرہ پر قلم اٹھایا اوراس سلسلہ میں مختلف مضامین وکتب تحریرفرمائیں وہیں ان کے مسلک ومشرب پر اورنظریات وعقائد کی ترجمانی کے لیے بھی کئی رسائل وکتب تحریر فرمائیں اکابر کا مسلک ومشرب پر تحقیقی نظر، حیات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام، ہدایۃ الحیر ان، ادراک الفضیلہ وغیرہ اسی سلسلہ کی کڑی ہیں۔

اکابر کے مسلک ومشرب وعقائد کے تحفظ وترجمانی کے حوالہ سے آپ کو حق تعالیٰ نے جو ذوق اور بلند مقام عطافرمایا تھا اس میں اگرچہ آپ کے تفقہ، علم وفضل اور دیگر علمی کمالات وملکات، خداداد فہم وبصیرت اورفراست کا بھی دخل تھا لیکن اس کی ایک بڑی وجہ یہ بھی تھی کہ آپ کو اس دور کے بڑے علمی روحانی مراکز دارالعلوم دیوبند، مظاہرعلوم سہارنپور،

خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون جیسے چشمہ ہائے صافیہ سے براہ راست سیراب ہونے کا شرف حاصل تھا، پھر اس کے ساتھ ہی حکیم الامت مجدد ملت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہ، شیخ العرب والعجم حضرت مولانا حسین احمد مدنی، شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی، مفتی اعظم حضرت مفتی محمد کفایت اللہ دہلوی، حضرت شیخ الفقہ والادب مولانا اعزاز علی صاحب دیوبندی، شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی، مفتی اعظم حضرت مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی، شیخ الاسلام حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہم جیسی عظیم، علمی روحانی، عبقری ہستیوں سے براہ راست استفادہ، ان کے علوم و معارف سے گہری مناسبت بھی حق تعالیٰ نے عطا فرمائی تھی جس کی بنا پر آپ مسلک و مشرب کے محافظ و ترجمان قرار پائے۔

ان علمی مراکز اور اپنے دور کی عظیم اور نابغۂ روزگار ہستیوں سے وابستگی کی نعمت کو آپ اکثر ذکر فرمایا کرتے تھے اور ساتھ ہی ان حضرات کی روش پر تعجب کا اظہار بھی جنہوں نے ان اکابر سے نہ تو براہ راست استفادہ کیا اور نہ ہی ان مراکز میں پڑھا اور پھر اس کے باوجود اکابر کے مسلک و مشرب کی تشریح کا اپنے کو حقدار سمجھ کر غلط مسلک کی نسبت اکابر کی طرف کر رہے ہیں جبکہ حضرات اکابر اس سے یکسر بری ہیں گویا۔

وکل یدعی وصلاً بلیلی ولیلی لا تقر لهم بذاك

والا معاملہ ہے، اس سلسلہ میں آپ کی کتاب ''اکابر کا مسلک و مشرب پر تحقیقی نظر'' سے درج ذیل اقتباس قابل مطالعہ ہے:

''احقر کی بیس سالہ ابتدائی عمر کا زمانہ بحمداللہ حضرت والد گرامی مولانا مفتی عبدالکریم گمتھلوی رحمۃ اللہ علیہ سابق مفتی خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون کی معیت میں تقریباً خانقاہ تھانہ بھون میں ہی گذرا ہے، پھر سہارنپور مظاہر علوم اور دو سال دارالعلوم

دیوبند میں باوجود نااہلی کے قیام واستفادہ علمی کی سعادت حاصل رہی، ان تینوں مراکز علم وعرفان میں ان امور کا کہیں نام ونشان نہیں تھا نہ دیکھا نہ سنا۔

اب آزادی اور حب جاہ ومال کا غلبہ اور اعجاب کل ذی رأی برائیہ کا زمانہ ہے، ہر شخص کو اپنے طرز عمل اختیار کرنے کا حق حاصل سمجھا جاتا ہے اور پھر اس کو اکابر کا مسلک ومشرب بھی قرار دینے کا حق حاصل ہے، احقر اگرچہ ''نسبت خود بسگ کوئے تو کردم وبس منفعلم'' کا مصداق ہے مگر تحدیث بالنعمۃ کے طور پر اگر یہ عرض کرے تو شاید بے جا نہ ہو کہ احقر نے اوپر مذکورہ تینوں مراکز علم وعرفان اور چشمہائے صافیہ سے براہ راست دین حاصل کیا ہے اور ان حضرات کے مسلک ومشرب کو بچشم خود دیکھا ہے اور زمانہ طویل تک مجالست ومصاحبت کی دولت سے مشرف ہوا ہے۔

اب بہت کم علماء ایسے ہوں گے جن کو تینوں مراکز سے علمی اور روحانی استفادہ کا شرف حاصل ہوا ہے ورنہ عام طور پر ایک یا دو جگہ ہی سے استفادہ کیا جاتا ہے۔لیکن اب جن لوگوں کو اکابر کے مسلک ومشرب کا شارح سمجھا جاتا ہے بلکہ ان کو ان کے مسلک ومشرب میں تبدیلی اور ترمیم کا بھی حق حاصل ہونا سمجھا جاتا ہے ان میں اکثر ایسے ہیں کہ ان کو حضرات اکابر کی زیارت بھی کم ہی نصیب ہوئی ہوگی، مگر احقر کا کیا منہ ہے کہ اتنا بڑا دعویٰ کرے احقر کو تو ایسے اکابر کی طرف اس نسبت کے اظہار سے بھی شرمندگی ہے کہ نسبت کا کسی درجہ میں بھی حق ادا نہیں ہوسکا، لیکن یہ ضرور ہے کہ اکابر کی طرف کسی غلط بات کی نسبت کے بارے میں اپنی معلومات کی حد تک اظہار ضروری سمجھتا ہوں اور اس سے کبھی دریغ نہیں کیا''۔(ص۳۴)

## سوانحی تذکروں کی اصل اہمیت

اس موضوع پر حضرت نے جو کچھ تحریر فرمایا وہ آپ ہی کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیں:

''زمانہ ماضی میں سلف صالحین اور اکابر کے جو سوانح حیات اور حالات زندگی جمع کیے گیے ہیں ان میں خواہ کتنی ہی تفصیل اور استیعاب سے کام لیا گیا ہو اور حالات وواقعات کو جمع کرنے میں کتنی بھی محنت وکاوش کی گئی ہو مگر یہ حقیقت ہے کہ یہ سوانحی تذکرے ان بزرگوں کی مکمل شخصیت کا صحیح تعارف کرانے کے لیے قطعی ناکافی ہوتے ہیں اور ان میں پیش کردہ حالات ووقائع ان اکابرین کرام کے اصلی کمالات سے کچھ بھی نسبت نہیں رکھتے۔

ہمیں یہ اعتراف کر لینا چاہیے کہ سیرت کی کتابوں میں ذکر کردہ واقعات وحالات ان حضرات کی اصل زندگی کے وقائع وسوانح کا بہت ہی تھوڑا سا حصہ ہوتے ہیں اور ان میں بھی سوانح نگار کے ذوق، اس کی تلاش وجستجو، ذرائع معلومات اور نظر انتخاب کا بڑا دخل ہوتا ہے اور سیرت نگار اپنے مخصوص ذوق اور خاص طرز فکر کے مطابق اپنا ایک خاص معیار انتخاب مقرر کرتا ہے اور اپنے اسی قائم کردہ معیار کے مطابق صاحب سیرت کے ہزار ہا بکھرے ہوئے حالات وواقعات میں سے چند منتخب واقعات کو ایک خاص ترتیب کے ساتھ بیان کر دیتا ہے، پھر حالات وواقعات کے علاوہ صاحب سیرت کی بہت سی کیفیات اور صدہا ادائیں ایسی ہوتی ہیں جن کو قلم کے ذریعے بیان کیا ہی نہیں جا سکتا۔

محدثین کرام اور اہل سیرت سے زیادہ کسی دوسرے طبقے نے سوانح وسیر کے تتبع اور ان کی چھان بین میں نہ اتنی کوشش کی اور نہ اتنی دقت نظر سے کام لیا پھر بھی وہ اتنا ہی بیان کر سکے جو انہیں کسی نہ کسی طرح دستیاب ہو سکا یا زبان قلم سے بیان کیا جا سکا۔

کسی شخصیت کا محض سیرت نگاری کے ذریعے مکمل تعارف کرانا ممکن ہی نہیں اس

لیے اصل چیز زیارت وصحبت ہے جس کے ذریعے شخصیت کا صحیح تعارف ہوتا ہے اور یہ بھی امر واقع ہے کہ کتب سوانح یا سیرت نگاروں نے جس قدر حالات وقائع مرتب ومحفوظ کیے ہیں یا جن بزرگوں کے سوانح ہم تک پہنچائے ہیں وہ صرف حافظہ اور نقل زبانی کے ذریعے ان روایات کا بیسواں حصہ بھی ہم تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔

## سیرت نگاری کا فائدہ

اگرچہ سیرت نگاری کے ذریعہ کسی شخصیت کا مکمل تعارف حاصل نہیں ہوتا پھر بھی فی الجملہ صاحب سیرت کا اجمالی تعارف ہوجاتا ہے اور یہ بھی بجائے خود ایک بہت بڑی تاریخی اور دینی ضرورت ہے کیونکہ جن اکابر اہل اللہ کے لیے سوانح نگاری کا اہتمام نہیں کیا گیا اور ان کے حالات زندگی کو قلم بند نہیں کیا گیا تو ان میں سے اکثریت ایسے لوگوں کی ہے جن کے نام کے سوا ان کے اصل حالات اور دینی خدمات سے کوئی بھی آشنا نہیں۔ اس لیے سیرت نگاری کسی شخصیت کے اجمالی تعارف کے علاوہ آئندہ نسلوں میں اس کے ذکر خیر کے باقی رہنے کا سبب بن جاتی ہے اور اس کا دعاء ابراہیمی وجعل لی لسان صدق فی الاٰخرین سے مستحسن ہونا ثابت ہے جو صاحب سیرت کے لیے بھی ذکر خیر کا ذریعہ ہوتی ہے اور صاحب سوانح کے متبعین اور متوسلین کے لیے بھی ہدایت وپیروی کے علاوہ انس ومحبت اور سکون قلب کا مؤثر سبب بن جاتی ہے، حق تعالیٰ ہم سب کو سلف صالحین کے نقش قدم پر چلنے اور ان کے اتباع کی توفیق عطا فرمائیں نیز اتباع آثار سلف کی برکات سے حصہ وافر نصیب فرمائیں۔

غرض جن لوگوں نے صاحب سوانح کی زیارت ومحبت سے بھی استفادہ کیا ہے ان

کے لیے یہ وقائع صاحب سوانح کی یادگار اور تذکرہ کا کام دیتے ہیں، لیکن جن لوگوں کو صاحب تذکرہ کی زیارت ومحبت میسر نہیں آتی ان کے لیے سوانح حیات صاحب سوانح کے تعارف کا ذریعہ بن جاتے ہیں اور ہدایت ورہنمائی کا کام تو بہرصورت ان سے لیا ہی جاسکتا ہے، نیز صاحب سوانح کے حق میں زمانۂ دراز تک اس کے ذکر خیر کے لیے ذریعہ ثابت ہوتے ہیں۔اس لیے سلفاً اور خلفاً حضرات علماء کرام اور مشائخ عظام کے سوانح حیات لکھنے کا معمول ہمیشہ سے چلا آرہا ہے، حدیث شریف میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ''جو کوئی شخص کوئی طریقہ اختیار کرنا چاہتا ہے اس کو چاہیے کہ وہ ان لوگوں کا طریقہ اختیار کرے جو گذر چکے ہیں کیونکہ زندہ آدمی پر آزمائش کا اندیشہ لگا رہتا ہے۔

ظاہر ہے کہ آئندہ نسلوں کے لیے گذرے ہوئے بزرگوں کا طریقہ اختیار کرنا اسی صورت میں ممکن ہوسکتا ہے کہ ان کے حالات وواقعات معلوم ہوں، لہٰذا حالات وواقعات کا جمع کرنا اور سیرت وسوانح کا مرتب کرنا نہایت ضروری ہے اوران حضرات کے سوانح اور حالات کا یہ تذکرہ علماء سلف وخلف کے معمول کے موافق اسی غرض سے مرتب کیا گیا ہے تاکہ آئندہ نسلوں میں ان کی ہدایت ورہنمائی کا ذریعہ بنے اوران شخصیات کے تذکار جلیلہ زمانۂ دراز تک باقی رہیں''۔

(ماخوذ از تذکرۃ الظفر مؤلفہ حضرت اقدس ترمذی قدس سرہ)

حضرت اقدس والد ماجد نے خود بھی اسی جذبہ کے تحت تذکرہ حضرت مدنی، اشرف المعارف، معارف مدنی، تذکرۃ الظفر جیسی عظیم وضخیم کتب اور تذکرۃ الشیخ و دیگر رسائل ومضامین تحریر فرمائے اوراحقر نے بھی ضروری سمجھا کہ اس پیش لفظ میں اس حقیقت کا اظہار کردیا جائے تاکہ اس تذکرہ کو محض تذکرہ یا تاریخی حالات نہ سمجھا جائے بلکہ اس سے

بھرپور استفادہ کی کوشش کی جائے اور اس کو اسی تناظر میں پڑھا جائے تاکہ اس سے صحیح فائدہ پہنچے اور برکۃ العصر حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ کے یہ حالات ہمارے لیے اپنی زندگی میں انقلاب پیدا کرنے کا سبب اور فلاح دارین کا ذریعہ بن جائیں اور ہمیں موجودہ اکابر کی قدر اور ان کی صحبت ومجلس سے استفادہ کی توفیق حاصل ہو، آمین واللہ الموفق والمعین۔

آخر میں تحدیث نعمت کے طور پر عرض ہے کہ احقر پر جہاں حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بہت سے احسانات ہیں ایک بڑا احسان یہ بھی ہے کہ آنجناب نے احقر کو بچپن سے ہی سفر وحضر میں اپنے ہمراہ رکھا، اس طرح عہد طفولیت میں بہت سے اکابرین کی زیارت اور ان کی خدمت میں حاضری کی سعادت احقر کو نصیب ہوگئی، احقر کو جن حضرات اکابر کی زیارت بچپن میں نصیب ہوئی ان میں حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کی عظیم شخصیت بھی ہے یہ ۱۹۷۴ء کا واقعہ ہے کہ حضرت شیخ رحمہ اللہ پاکستان تشریف لائے اور حضرت کی تشریف آوری جھاوریاں اور پھر ڈھڈیاں بھی ہوئی، حضرت والد ماجد رحمہ اللہ کو حضرت کی جھاوریاں تشریف آوری کا علم ہوا تو بعض احباب کو اپنے ساتھ لے کر زیارت کے لیے جھاوریاں حاضر ہوئے، از راہ شفقت وعنایت احقر ناکارہ کو بھی حضرت اپنے ہمراہ لے گیے، گرمی کا موسم تھا ہم نے دوپہر کے وقت یہ سفر کیا اور ظہر کی نماز حضرت مولانا مولا بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ فاضل دیوبند (یہ حضرت والد ماجد کے دورہ حدیث شریف کے ساتھی تھے) کے ہاں ادا کی، اس کے بعد حضرت شیخ کی زیارت کے لیے حضرت قاضی عبدالقادر صاحب کی مسجد میں حاضری ہوئی، لوگوں کا بے پناہ ہجوم تھا حضرت اقدس شیخ الحدیث صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک چارپائی پر مسجد کے صحن میں تشریف فرما تھے زیارت کرنے والوں کو لائن میں لگ کر زیارت اور مصافحہ کا حکم ہوا، احقر اور تمام

حضرت نے لائن میں لگ کر زیارت اور مصافحہ کا شرف حاصل کیا، حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کمزوری اور ضعف کی وجہ سے دور سے زیارت پر اکتفا فرمایا لیکن حق تعالیٰ کا فضل ہوا کہ حضرت شیخ کو کسی طرح اطلاع ہوگئی اور انہیں حضرت نے اپنے پاس بلوالیا، اس کی تفصیل تذکرۃ الشیخ کے آخر میں حضرت والد صاحب رحمہ اللہ کے قلم سے ملاحظہ کے قابل ہے، بہرحال اس طرح اس ناکارہ کو پہلی مرتبہ حضرت کی زیارت کا شرف حاصل ہوا جو احقر کے لیے عظیم سعادت ہے۔

اس کے بعد رمضان المبارک ۱۴۰۰ھ بمطابق ۱۹۸۰ء میں حضرت دوبارہ پاکستان تشریف لائے اور آپ نے دارالعلوم فیصل آباد میں ایک ماہ کا اعتکاف فرمایا اس موقع پر بھی حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ فیصل آباد دارالعلوم میں حاضر ہوکر آپ کی زیارت کی سعادت حاصل ہوئی، اس وقت احقر حضرت کی کئی کتب کا مطالعہ کر چکا تھا اور آپ کی زیارت کا بھی خوب اشتیاق تھا، افسوس کہ اس کے بعد زیارت کا موقع نہیں مل سکا، ۱۴۰۲ھ میں احقر جامعہ اشرفیہ لاہور میں زیر تعلیم تھا اس وقت کئی مرتبہ خیال آیا کہ بذریعہ عریضہ حضرت شیخ رحمہ اللہ سے رابطہ کیا جائے ایک مرتبہ عریضہ کا مضمون بھی تیار کیا، اس ارسال کی نوبت نہ آئی تھی کہ شعبان المعظم ۱۴۰۲ھ کے شروع ہی میں رشد و ہدایت کا یہ آفتاب غروب ہوگیا انا للّٰہ وانا الیہ راجعون، اللہ تعالیٰ حضرت اقدس کے درجات بلند فرماویں اور ہمیں ان کے فیوض و برکات دسے بھرپور استفادہ کی توفیق عطا فرمائیں آمین یارب العالمین۔ فقط

احقر عبدالقدوس ترمذی غفرلہ

۲۰/ذوالحجۃ الحرام ۱۴۳۴ھ ۲۶/اکتوبر ۲۰۱۳ء

محمد منیب صدیقی۔ لاہور

# اکابر علماء کا شعری ذوق

(ماخوذ از مقالہ مذکورہ)

کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ ایک طویل سفر کے بعد جب منزل پر قدم پڑتا ہے تو دوبارہ سفر کی یادشدت سے آنے لگتی ہے، آج جب بھائی محمد نعمان کا مقالہ ''مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی کے شعری مجموعے کا تجزیاتی مطالعہ'' میرے ہاتھ میں آیا جو مرغوب حسین طاہر صاحب کی زیر سرپرستی لکھا گیا ہے تو مجھے ڈاکٹر خلیل احمد تھانوی صاحب کی وہ محنت، کوشش اور تڑپ یاد آئی جو اس مجموعے کی جمع وترتیب کے وقت دیکھنے میں آتی تھی۔

ڈاکٹر صاحب نے تقریباً ڈھائی ہزار اردو اور تقریباً پانچ سو عربی و فارسی اشعار پر مشتمل یہ مجموعہ ۱۴۲۹ھ میں مرتب کیا جس کی جمع وترتیب میں شب وروز کی انتھک محنت لگی اور جب یہ مجموعے سامنے آیا تو واقعی اندازہ ہوا کہ ہمارے اکابر علماء کا شعری ذوق کس درجہ کا تھا اور اپنی ساری توجہ دینی علوم کی طرف مرکوز رکھنے کے باوجود شعر گوئی میں وہ اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ یہ مجموعہ ''جمالیات جمیل''، مفتی جمیل احمد تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی حمد ونعت، نظم ومثنوی اور مسدس ومرثیات پر مشتمل ہے جو کہ حضرت کے مکمل کلام کا احاطہ نہیں کئے ہوئے بلکہ یہ صرف مشت از خروارے کی حیثیت رکھتا ہے۔ جس کو پڑھ کر اکابر علماء کے شعری ذوق کا ایک عکس واضح ہوتا ہے۔

شاعری وہ قوت ہے جو مجرد اشیاء کو مجسم حالت میں لانے کی صلاحیت رکھتی ہے، شاعری وہ کام سرانجام دیتی ہے جو مصور کے قلم کی دسترس سے باہر ہے۔ شاعری کبھی طربیہ رنگ میں جلوہ گر ہوتی ہے کبھی رجزیہ روپ دھار لیتی ہے کبھی میدان جنگ میں جوش وجذبہ

بہم پہنچانے کا کام کرتی ہے تو کبھی محبوب کے ناز وادا کی ترجمانی کرتی ہے، کبھی کسی معمولی چیز کی مدح وستائش کر کے اسے انمول کرا دیتی ہے، کبھی کسی بیش قیمت چیز کی ہجو کر کے اسے خاک میں ملانے کی کوشش کرتی ہے۔ گو کہ شاعری جملہ صداقتوں کی تفسیر ہے۔

شاعری کسی بھی طرز کی ہو اس میں مقصدیت غالب ہوتی ہے، علامہ شبلی نعمانی لکھتے ہیں:

''شعر ایسی قوت ہے جس سے بڑے بڑے کام لیے جا سکتے ہیں''۔

پس اسی وجہ سے اکابر علماء میں بھی شعری ذوق پایا گیا ہے، علماء کی توجہ گو کہ ثانوی درجہ کی ہوتی ہے شعر گوئی کی طرف، مگر پھر بھی ان کی شاعری مقصدیت سے لبریز اور معاشرے کی ترجمان ہوتی ہے۔ جس کا منہ بولتا ثبوت ''جمالیات جمیل'' ہے ۔مفتی صاحب نے اردو، عربی اور فارسی زبانوں میں قوم کی اصلاح وتربیت کے لیے اشعار کہے جو بلا شک وشبہ غیر معمولی تاثیر کا عنصر لیے ہوئے ہیں ۔یہی وجہ ہے کہ مظاہر علوم میں مفتی صاحب بہت جلد شیخ الادب کہلائے جانے لگے اس سے قبل مدرسہ نظامیہ حیدر آباد دکن میں مفتی صاحب کو نائب شیخ الادب کے لقب سے ملقب کیا گیا تھا۔

مفتی جمیل احمد تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی شاعری کے متعلق ڈاکٹر معین نظامی نے اپنے مضمون ''جمالیات جمیل پر ایک نظر'' میں لکھا ہے کہ:

''ان کا سب سے بڑا کمال یہ ہے کہ انہوں نے ہر زبان میں شعر کہتے ہوئے اپنے علم وفضل کو شعریت پر غالب نہیں آنے دیا یہی وجہ ہے کہ ان کی شاعری محض کلام منظوم نہیں ہے اور عروضی سانچوں میں مستحجر الفاظ کا گوشوارہ نہیں ہے بلکہ لطف ولذت دینے والی اور دل ودماغ کو متاثر کرنے والی جیتی جاگتی، رواں، دل کش اور خوش گوار شاعری ہے''۔

ڈاکٹر معین نظامی مزید لکھتے ہیں کہ:

''وہ نرم وگداز اور دردمند دل رکھتے تھے،انہیں چاشنی عشق وعرفان سے بھی بہرہ وافر عطا ہوا تھا۔قسام ازل کی بارگاہ سے طبع شعر بھی ودیعت ہوئی تھی اوراپنے ماحول اور ذوق لطیف کی راہبری میں اسالیب سخن سے گہری آشنائی بھی حاصل ہوئی تھی۔چنانچہ انہوں نے اپنی کیفیات ،احساسات،مشاہدات اورافکار کے اظہار کے لیے پیرایہ شعروسخن بھی اپنایااوراکابر مصلحین ملت کی اس سنت جمیل کو بہت عمدگی سے آگے بڑھایا''۔

مفتی صاحب اردو،فارسی اورعربی کے قادرالکلام شاعر تھے،آپ کے اشعار میں عوام وخواص کے لیے ایک نصیحت ،پیغام اوراصلاح احوال کے لیے رہنمائی ہے ۔مفتی صاحب نے زیادہ تر دینی موضوعات سے اشعارکوزینت بخشی ہے اوران اشعار پرعام ذہنوں میں پیدا ہونے والے سوالات کے جوابات بھی بہت خوبصورت پیرائے میں بیان کئے گئے ہیں اورمفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے بہت سے فقہی مسائل کوشعر کا جامہ پہنا دیا ہے۔مفتی صاحب کلام کے مطالعہ سے ان کی زبان پردسترس کا اندازہ بخوبی ہوجاتا ہے۔ ان کا ذخیرہ الفاظ بہت وسیع ہے۔

عطاءالحق قاسمی ''جمالیات جمیل'' پرتبصرہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ:

''مجھے اس شعری مجموعے میں جوفنی پختگی نظر آئی اورشاعری کی کلاسیکی روایت کا جورچاؤ دکھائی دیاوہ محض کسب فن یامطالعہ کا نتیجہ نہیں بلکہ یہ ان کے فطری شاعر ہونے کا ثبوت ہے''۔

مفتی صاحب کے لیے شاعری ہمہ وقتی مصروفیت نہیں تھی اور نہ ہی انہوں نے اسے کبھی باعث شہرت سمجھا۔مفتی صاحب کے لیے شاعری ایک جزوقتی مصروفیت تھی ۔ لوگوں کی اصلاح کے لیےاورکسی رسالے کے لیےلکھ دیاتوبس ڈاکٹرفخرالحق نوری صاحب بھی اس بات کااظہار کرتے ہیں:

''شاعری ان کے لیے مقصود بالذات نہیں بلکہ اخلاقی اقدار کے فروغ کا مؤثر وسیلہ ہے''۔

روزنامہ پاکستان لاہور کے مدیر اعلیٰ مجیب الرحمٰن شامی نے اپنے مضمون ''ایک فقیہ کے شاعرانہ کمالات'' میں لکھا ہے کہ:

''مفتی صاحب اگر شعر وسخن کی طرف اس سے ایک چوتھائی بھی توجہ فرماتے جو فقہ وحدیث کی طرف تھی تو مولانا حالی اور مولانا ظفر علی خان کی روایت کو چار نہیں کئی چاند لگا دیتے''۔

لیکن اس کم توجہی کے باوجود مفتی جمیل احمد تھانوی صاحب نے شاعری کے ضمن میں گرانقدر خدمات انجام دی ہیں اور اردو اصلاحی شاعری کے باب میں ایک نمایاں مقام حاصل کرنے میں کامیاب رہے ہیں۔ انہوں نے طویل اصلاحی نظموں سے شاعری کے جدید رنگ کو گہرا کرنے میں بہت معاونت کی ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر فخر الحق نوری نے اس بات کا ذکر کیا ہے کہ:

''شاعری میں جمال کا ظہور بے محابا نہیں بلکہ اخلاق کے حجاب واجب میں رہتے ہوئے ہوتا ہے۔ اور مذہبی نقطہ نظر سے شاید ایسی ہی شاعری سرود حلال کے زمرے میں آنے کی سزاوار ٹھہرتی ہے۔ مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی مرحوم کا شعری مجموعہ ''جمالیات جمیل'' بھی جمال واخلاق کے امتزاج کے حامل ایسے سرود حلال کا آئینہ دار ہے۔ جس کا تخلیقی محرک اصلاح انسانی کا وہ لازوال جذبہ ہوتا ہے جو ہمیشہ علماء حق کی پیغمبرانہ میراث رہا ہے''۔

مفتی صاحب نے دینی، اخلاقی اور عرفانی موضوعات پر بہت دلکش انداز میں طبع آزمائی فرمائی ہے۔ آپ کے اشعار آپ کے جذبہ اصلاح کی ترجمانی کرتے ہیں۔ آپ ایک دردمند دل رکھنے والے انسان تھے۔ چنانچہ تمام عالم کا دکھ اپنے سینے میں محسوس کرتے

ہیں۔انہوں نے آدمی کی اخلاقی حالت کا گہری نظر سے مشاہدہ کیا اور ان کی کمزوریوں کے سدباب کے لیے مختلف ہدایات کو شعر کے دلکش پیرائے میں ڈھال دیا۔کہیں دردمند رہبر کی طرح تنبیہ کرتے نظر آتے ہیں اور جابجا احادیث مبارکہ کے بیان سے رہنمائی فرماتے نظر آتے ہیں۔انہوں نے بیشتر فقہی مسائل کو نہایت سادہ اور آسان زبان میں منظوم فرمایا ہے۔عقائد کی درستگی اور اخلاقیات کے ضمن میں انہوں نے بہت خوبصورت اور عام فہم نظمیں کہیں ہیں جو ان کی شاعرانہ حیثیت پر دلالت کرتی ہیں۔مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا تقریباً سارا کلام اخلاقی،اصلاحی اور ناصحانہ ہے۔

ایک اہم بات یہ بھی ہے کہ ان کی شاعری کا بیشتر قیمتی سرمایہ زمانہ کی نظر ہو گیا اور اس کا بڑا سبب شاید یہ ہے کہ مفتی صاحب نے کبھی اپنے کلام کو محفوظ رکھنے کی کوشش نہیں کی۔ان کا مقصد شہرت نہیں بلکہ اصلاح تھی۔''جمالیات جمیل'' کے روپ میں جو چند گوہر نایاب ہمارے سامنے آئے ہیں وہ بھی بہت محنت سے ڈاکٹر خلیل احمد تھانوی صاحب نے مختلف رسائل و جرائد سے جمع کر کے یکجا کیے ہیں۔لیکن مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے اس شعری سرمائے سے ہمیں ان کی قدر و منزلت اور جذبہ اصلاح کا اندازہ بخوبی ہو جاتا ہے۔

ڈاکٹر فخر الحق نوری نے مزید لکھا ہے:

''سہ لسانی شعری مجموعہ ان کی اس فطری صلاحیت کا منہ بولتا ثبوت ہے جسے کامیابی سے بروئے کار لاتے ہوئے انہوں نے حمد و نعت،قصیدہ،مرثیہ،غزل و مثنوی اور بعض دیگر اصناف سخن میں قلم آزمائی کی ہے۔جن میں منظوم مکتوب نگاری اور تاریخ گوئی جیسے روایتی فن بھی شامل ہیں''۔

مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے شعری مجموعے کا مطالعہ کرنے سے ہم پر یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ اگر شاعری میں شعری لوازمات کو احسن طریقے سے نبھایا گیا ہو تو

اس میں زندہ رہنے کی صلاحیت ہمیشہ موجود رہتی ہے اور مفتی صاحب کا مجموعہ کلام اس کی عمدہ مثال ہے۔

اوراب اس پر لکھا گیا یہ مقالہ ''جمالیات جمیل'' کے شایان شان ہے اور مقالہ نگار کی محنت ولگن کا ثبوت ہے اور میں نعمان بھائی اس کے ذوق کی قدر کرتا ہوں۔ ہماری خوش قسمتی ہے کہ اللہ رب العزت نے یہ کام ہمارے ادارے (ادارہ اشرف التحقیق والبحوث الاسلامیہ) سے لیا اور ہمارے مشائخ کو اس کی خدمت کا موقع ملا۔ میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ رب العزت ہمیں مزید اکابر کی خدمت کا موقع اور ہمت نصیب فرمائے اور ہماری لغزشوں سے درگزر فرما کر ہماری اس ادنیٰ کوشش کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت عطا فرمائے، آمین۔

..........................................

# وفیات

حضرت مولانا محمد معصوم قریشی مدظلہم کی والدہ محترمہ اور ماہنامہ ''الحقانیہ'' کے نگران استاذنا المکرّم حضرت مولانا صالح محمد قریشی مدظلہم کی خوشدامن صاحبہ رحمہا اللہ تعالیٰ بتاریخ ۲۲ نومبر ۲۰۱۳ء بروز جمعہ انتقال فرماگئی ہیں، اناللہ وانا الیہ راجعون۔ مرحومہ طویل العمر اور صالحہ خاتون تھیں۔

حضرت مولانا مہر محمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ میانوالی ۴/محرم الحرام ۱۴۳۵ھ ۹/نومبر ۲۰۱۳ بروز ہفتہ کو انتقال فرماگئے، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت مولانا محمد قاسم قاسمی صاحب مدظلہم مہتمم مدرسہ قاسم العلوم فقیروالی کی اہلیہ محترمہ گزشتہ ماہ انتقال فرماگئیں، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحومین کے درجات بلند فرمائیں اور ان کے پسماندگان کو صبر واجر سے نوازیں، آمین۔ قارئین سے تمام مرحومین کے لیے دعا مغفرت اور بلندی درجات کے لیے دعا کی درخواست ہے۔

ع۔ن۔ت

# تعارف کتب

نام کتاب: گل صد پارہ۔اشاعت خصوصی سہ ماہی الزیتون صفحات:۱۲۸

مرتب: مولانا سید حبیب اللہ شاہ حقانی ناشر: سہ ماہی الزیتون بائی پاس روڈ مردان

زیرنظر کتاب دراصل حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی زید مجدہم کی حال ہی میں شائع ہونے والی تصنیف لطیف ''بنیاد کا پتھر'' پر کئے گئے تبصروں اور تجزیوں پر مشتمل ہے۔ مرتب زید مجدہم مبارک باد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے ان بکھرے ہوئے ادبی شہ پاروں کو ایک لڑی میں پرودیا ہے۔اردو ادب سے دلچسپی رکھنے والے حضرات کو اس کتاب کا مطالعہ ضرور کرنا چاہیے۔

نام کتاب: نقوش زندگی مؤلف: حضرت مولانا محمد عبدالمعبود مدظلہم

ناشر: القاسم اکیڈمی خالق آباد نوشہرہ صفحات:۲۶۴

حضرت مولانا عبدالمعبود مدظلہم کی ذات گرامی کسی رسمی تعارف کی محتاج نہیں۔ زیرنظر کتاب حضرت کی خودنوشت سوانح حیات ہے، جس میں حضرت نے اپنی عمر عزیز کے بیتے ایام کو اتنے عمدہ وسلیس اور سادہ انداز میں بغیر کسی تصنع کے بیان کیا ہے کہ واقعتاً ایک بار شروع کرنے کے بعد کتاب چھوڑنے کو دل نہیں چاہتا۔خصوصاً ہندوستان کے سفر کو حضرت نے جس دلکش اور سادہ انداز میں بیان کیا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔

حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب زید مجدہم مبارک باد کے مستحق ہیں جو اس تاریخی دستاویز کو منظر عام پر لانے کا باعث بنے ہیں۔

نام کتاب: تذکرہ وسوانح مولانا ابوالکلام آزاد　　تالیف: مولانا عبدالقیوم حقانی
ناشر القاسم اکیڈمی خالق آباد نوشہرہ　　صفحات: ۲۱۶

زیر نظر کتاب میں مولانا ابوالکلام آزاد کے حالات زندگی بیان کیے گئے ہیں۔ یہ کتاب دراصل کوئی مستقل تصنیف نہیں ہے جیسا کہ مصنف زیدمجدہم نے خود بھی تحریر فرمایا ہے بلکہ مطالعہ کے دوران مولانا آزاد کی مختلف تحریروں سے جمع کیے گئے نادروشاہکار ادبی شہ پاروں کا مجموعہ ہے جو بجا طور پر اردو ادب کا ایک قیمتی اثاثہ کہلانے کے مستحق ہیں اور اپنے اندر زبان وادب کی چاشنی لیے ہوئے ہیں۔ امید ہے کہ اہل ذوق اس کاوش کی قدر فرمائیں گے۔

نوٹ: کتاب کے ساتویں باب میں مولانا آزاد کی تفسیر ''ترجمان القرآن'' کے بعض اقتباسات اور تفسیر سے متعلق بعض حضرات کے کلمات تحسین بھی درج کئے گئے ہیں۔ مولانا کے تفسیری افادات کی ادبیت اور جامعیت اپنی جگہ پر لیکن اس میں شک نہیں کہ انہوں نے بعض مقامات پر اپنی اس تفسیر میں جمہور سے اختلاف کرتے ہوئے اعتزال اور شذوذ کی راہ اختیار کی ہے، جیسا کہ حضرت علامہ مولانا محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ تعالیٰ کی ''یتیمۃ البیان'' اور حضرت مولانا سید احمد رضا بجنوری رحمہ اللہ تعالیٰ کی ''شرح بخاری'' نیز مولانا محمد ابرہیم میر سیالکوٹی کی ''تفسیر ام القرآن'' دیکھنے سے واضح ہے۔

مولانا آزاد کے تفسیری تفردات کا ردفقیہ وقت حضرت مولانا مفتی سید عبدالشکور ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی فرمایا ہے جو عنقریب شائع ہوگا۔ بہر حال ہمارے خیال میں یہ ضروری ہے کہ ان کی تفسیر کی تعریف اور مدح کے ساتھ اس حقیقت کا اظہار بھی ضروری ہے تا کہ قارئین پوری تفسیر کے متعلق ہی یہ نہ سمجھ لیں کہ اس میں کوئی چیز قابل اعتراض نہیں ہے۔

مولانا محمد آصف چنیوٹی

# اخبار الجامعہ

۶:محرم الحرام :تبلیغی جماعت میں تشریف لائے ہوئے مصر کے بعض علماء اور دوسرے حضرات ،حضرت صدر جامعہ مدظلہم کی دعوت طعام پر جامعہ میں تشریف لائے ۔ کافی دیر تک مجلس جاری رہی جس میں مصری شیوخ کے علاوہ جامعہ کے بعض طلبا نے بھی بہت عمدہ انداز اور مصری لہجہ میں تلاوت قرآن کی ،جسے شیوخ نے بہت پسند فرمایا۔ ۹/نماز ظہر کے بعد مصری شیوخ حضرت مدظلہم سے الوداعی ملاقات کے لیے جامعہ میں تشریف لائے ،مختلف موضوعات پر گفتگو رہی بعدہ حضرت مدظلہم ان حضرات کو جامعہ حقانیہ فرو کہ روڈ لے گئے ، زیر تعمیر جامع مسجد ترمذی دیکھ کران حضرات نے بہت خوشی کا اظہار کیا اوراس کی باسہولت تکمیل کی دعا فرمائی۔

## اجازات احادیث مسلسلہ

حسب سابق امسال بھی ۱۰محرم الحرام کو جامعہ میں احادیث مسلسلہ کی اجازت کی تقریب منعقد ہوئی۔حضرت مدظلہم نے تخصص فی الفقہ ،دورۂ حدیث شریف کے طلبہ اور بیرون شہر سے تشریف لائے ہوئے علماء وطلبہ کو مسلسلات کی اجازت مرحمت فرمائی ۔بعدہ نماز کے جمعہ کے موقع پر جامع مسجد حقانیہ میں محرم الحرام کے حوالہ سے تفصیلی بیان فرمایا۔

۱۶:حضرت مدظلہم نے جمعہ کے موقع پر سانحہ راولپنڈی کے خلاف قرارداد مذمت پیش کی اورنماز جمعہ کے بعد نکلنے والے جلوس کو پرامن رکھنے کی تلقین فرمائی ۔نماز جمعہ کے بعد وفاق المدارس العربیہ پاکستان اوردیگر دینی جماعتوں کی اپیل پر نکلنے والی ریلی سے حضرت مدظلہم نے خطاب فرمایااورحکومت سے اس واقعہ میں ملوث افراد کوقرار واقعی سزا دینے کا مطالبہ کیا۔

۲۳: محرم الحرام کو گلشن حقانیہ شاہ پور روڈ پر جامعہ حقانیہ کے لیے سوا تین کنال جگہ کی حد بندی کی گئی۔ جس میں سے ایک کنال مسجد اور ایک کنال مدرسہ کے لیے جناب حکیم رانا محمد شریف ولد رانا محمد یاسین صاحب نے وقف کی ہے اور سوا کنال جامعہ کے لیے خریدی گئی ہے۔ نماز عصر کے وقت حضرت مدظلہم وہاں تشریف لے گئے اور اس جگہ کا معائنہ کیا۔

۲۴: بروز جمعہ: حضرت مدظلہم نے نماز عصر کے بعد درس میں شریک حضرات کو اس درس کے آغاز کی تاریخ بتاتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ: ۱۴۰۲ھ میں حضرت والد ماجد فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی سید عبدالشکور ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ماہانہ اصلاحی درس کا آغاز فرمایا پھر تقریباً بارہ سال کے بعد حضرت کے عارضہ قلب میں مبتلا ہونے کی وجہ سے یہ سلسلہ رک گیا تھا۔ لیکن کچھ عرصہ کے بعد ہفت روزہ درس کی صورت میں یہ سلسلہ دوبارہ شروع ہو گیا اور حضرت کی حیات تک قائم رہا۔ حضرت کی وفات کے بعد ۱۴۲۱ھ سے احقر یہ درس دے رہا ہے۔ اب بعض بزرگوں کے مشورہ سے اصلاحی مجلس کے عنوان سے اس درس کا آغاز کیا جا رہا ہے۔ پھر اس کے بعد حضرت مدظلہم نے مجالس حکیم الامت سے چند ملفوظات پڑھ کر ان کی تشریح فرمائی۔

۲۵: روڈو سلطان سے مولانا محمد عادل خان صاحب بعض دیگر ساتھیوں کے ہمراہ حضرت مدظلہم سے ملاقات کے لیے تشریف لائے، عشاء کے بعد ان حضرات کی واپسی ہوئی۔

## جامع مسجد ترمذی

جامعہ حقانیہ ساہی وال، حقانیہ ٹاؤن فروکہ روڈ پر الحمدللہ جامع مسجد ترمذی کے تہہ خانہ 94x76 کی تعمیر کا کام کچھ وقفہ کے بعد دوبارہ شروع ہو چکا ہے جس کا تخمینہ لاگت تقریباً ایک کروڑ روپے (10000000) ہے۔ ستون اور تہہ خانہ کی دیوار تکمیل کے قریب ہے، اس کے بعد چھت کا مرحلہ باقی ہے۔ قارئین سے سہولت کے ساتھ تکمیل کے لیے دعا کی درخواست ہے۔